شذرات

اس میں شک نہیں کہ سعودی عرب اور ایران دونوں مسلمان ملک ہیں، لیکن جہاں تک دونوں ملکوں کی غالب اکثریت کے اسلامی معتقدات کا تعلق ہے تو ان میں اگر ایک ملک اِس انتہا پر ہے تو دوسرا ملک دوسری انتہا پر۔ اور پھر دونوں میں اپنے اپنے مذہب کو ایک لحاظ سے سرکاری حیثیت بھی حاصل ہے، اس کے باوجود حال ہی میں سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل طہران تشریف لے گئے، اور وہاں ان میں اور شہنشاہ ایران میں تمام مسلمان ملکوں کو ایک وحدت میں منسلک کرنے کے بارے میں صلاح و مشورے ہوئے۔ شاہ فیصل اب اردن جا رہے ہیں اور اس کے بعد وہ غالباً اور اسلامی ملکوں میں بھی اسی غرض سے تشریف لے جائیں گے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد یورپی حکومتوں کے غلبے کے خلاف جب ان کے محکوم مسلمان ملکوں میں قومی بنیادوں پر آزادی کی جدوجہد شروع ہوئی تھی، اور ان ملکوں میں اسلامیت پر قومیت کو ترجیح دینے کے جذبات بڑے زور شور سے ابھرے تھے، تو عام طور سے یہ خیال کیا جانے لگا تھا کہ قومیت کا یہ ریلا مسلمانوں کے ایک امت واحدہ ہونے کے تصور کو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ بہا کر لے جائے گا اور آئندہ مسلمان صرف اپنے جغرافیائی اوطان اور اپنی مخصوص قومیتوں ہی کے ذریعہ پہچانے جایا کریں گے، نہ کہ ایک عالمگیر اسلامی برادری کے ارکان کی حیثیت سے۔ آپ نے ان برسوں میں دیکھا کہ یہ خیال صحیح ثابت نہیں ہوا۔ اور اب اسلام بطور ایک سیاسی طاقت کے بین الاقوامی سطح پر آگے آ رہا ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں یکے بعد دیگرے کئی مسلمان ملکوں میں جو بین الاقوامی اسلامی موتمرات ہوئی ہیں اور ان میں دنیا کے اکثر ملکوں کے مسلمان نمائندے جس طرح بڑے اہتمام سے شریک ہوئے وہ ہمارے اس دعوے کا بین ثبوت ہے

دنیا کی بین الاقوامی سیاسیات جس رخ پر جا رہی ہے۔ اور اس وقت ملکوں کے جیسے بڑے بڑے بلاک ہیں،

اور آئندہ اس طرح کے جو اور بھی بلاک بنیں گے، اس کو دیکھتے ہوئے یہ بات بڑے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ مستقبل کی اس بین الاقوامی سیاسیات میں اسلام کی اس عالمگیر برادری کا ایک اہم کردار ہوگا۔ اور اس کو کوئی طاقت بھی نظر انداز نہیں کر سکے گی۔ اس امکان کو ایک اور چیز بھی یقینی بناتی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کی اس عالمگیر برادری میں صرف اس کا مسلمان ہونا ہی نقطۂ ارتباط و اتحاد نہیں، بلکہ وہ اکثر و بیشتر جغرافیائی اور علاقائی اعتبار سے بھی ایک مربوط وحدت ہے اور معاشی، مواصلاتی، تہذیبی، سیاسی اور دفاعی ضرورتیں بھی آئندہ اسے زیادہ سے زیادہ متحد کرنے میں ساعی ہوں گی

تمام مسلمانوں کی بلا تمیز فرقہ و نسل فعلاً ایک عالمگیر برادری ہو، اور یہ محض زبان اور تصور تک محدود نہ رہے یہ عالمگیر برادری فعال ہو، موثر ہو، داخلی اور خارجی ہر دو لحاظ سے اس کا وجود محسوس کیا جائے۔ یہ بحیثیت ایک وحدت کے بروئے کار آئے اور اثر انداز ہو، مسلمانوں کی اس عالمگیر برادری کو اس منزل تک پہنچنے کے لئے بہت سی راہیں طے کرنا ضروری ہے اور جب تک ہم ان راہوں کو طے کرنے کا اپنے اندر حوصلہ، عزم اور جرأت کردار پیدا نہیں کرتے، یہ منزل ہم سے ہمیشہ دور رہے گی اور اسلام مستقبل کی تاریخ میں وہ کردار انجام نہیں دے سکے گا جو اسے دینا چاہیئے۔

اس ضمن میں سب سے پہلے ہمیں اسلام کے بنیادی معتقدات کا وہ مشترک اساس ڈھونڈنا ہوگا کہ اس کو ماننے والا خواہ وہ مسلمانوں کے کسی فرقے سے بھی تعلق رکھتا ہو، اسلام کی عالمگیر برادری میں برابر کا رکن شمار کیا جا سکے۔ مسلمانوں میں اس وقت جو مختلف فقہی مسالک اور فکری مکاتب ہیں، ان کے انکار کرنے یا ان کو مسترد کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ اس کی ضرورت ہے کہ ان مسالک و مکاتب کو کلیتہً اسلام کا مرادف نہ قرار دیا جائے کہ اگر کوئی ان میں سے کسی ایک سے متعلق نہیں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج مانا جائے۔ ہمارے ائمہ و فقہاء نے جب کہ اسلام اپنے عروج پر تھا اور اس کا وہ سیاسی و علمی زوال شروع نہیں ہوا تھا جس سے کہ اب تک ہم نہیں نکل سکے، دائرہ اسلام کو یقیناً بڑی وسعت دی تھی اور انہوں نے یہ اصول وضع کیا تھا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے کسی مسلمان کی تکفیر نہ کی جائے۔ آج اس اصول اور اس کی حقیقی روح کو دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

دین اسلام کی جامعیت، وسعت پذیری اور عالمگیریت نے دور اقبال میں ہمیں ایک عالمی فکر و نظر عطا کیا تھا۔ اور ہمارے علماء، حکماء اور فقہاء ہر مسئلے کو اس فکر و نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ

اُس دور میں مسلمان ایک ایسی تہذیب کو وجود میں لاسکے جو عالمی (انسانیت گیر) بلکہ کائنات گیر تھی اور اُس نے اُس عہد کے تمام علوم دفنون کو اپنے احاطے میں لے لیا تھا۔ آج ہم میں وہ عالمی فکر و نظر مفقود ہے۔ اور ہم میں ذہنی و نظری تنگی آگئی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ہم دوسروں کو اپنا نہیں سکتے، بلکہ ہم اپنوں کو غیر بنا دیتے ہیں۔

اگر ہمارے علمائے دین کو مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی ذہنی قیادت کا فریضہ ادا کرنا اور اسلام کو آئندہ تاریخ میں ایک بین الاقوامی کردار انجام دینا ہے تو انہیں اپنے اندر "نظر شامل" پیدا کرنا ہوگی۔ نظر شامل باہر کی چیزوں کا بھی احاطہ کرتی ہے۔ نہ یہ کہ وہ اندر کی چیزوں کو باہر نکالے ہیں آج اس قسم کی نظر شامل کی اشد ضرورت ہے؛

اسلام نے مادی ترقی کا کبھی انکار نہیں کیا بلکہ وہ اسے "فضل" اور "حسنۃ" قرار دیتا ہے۔ البتہ اس کے نزدیک مادی ترقی زندگی کی آخری قدر نہیں۔ آخری قدر تو معنوی و روحانی ترقی ہے۔ جس کے تحت مادی ترقی ہونی چاہیئے۔ دنیا کے تمام مسلمان ملک، جن کے ہاں کئی صدیوں سے مادی ترقی رُکی ہوئی تھی، اپنی موجودہ پستی سے جھنجھلا کر بڑی سرعت سے ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کبھی کبھی وہ ادھر ادھر بہک بھی جاتے ہیں اب ہمارے علماء کرام کا یہ کام ہے کہ وہ ہر قسم کی مادی ترقی کو اپنا کر اسے معنوی و روحانی ترقی کی اعلیٰ قدروں کے اس طرح تابع رکھیں کہ مسلمان ملک مادی ترقی میں اپنے دینی و روحانی اثاثے کو نظر انداز کرنے کی غلطی سے بچے رہیں اور وہ حقیقی معنوں میں مسلمان رہتے ہوئے دنیا کی ترقی یافتہ قوم بنیں۔

دوسرے مسلمان ملکوں کی طرح پاکستان بھی اس وقت تغیر و تبدل کے دور سے گزر رہا ہے قوموں کی زندگی میں یہ دور بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس دور سے مسلمانوں کو بہ سلامت اور بامراد نکال لے جانے کی ذمہ داری سب سے زیادہ علمائے کرام کی ہے خدا کرے وہ اس ذمہ داری کے اہل ثابت ہوں۔ اور پاکستان مادی ترقی کے ساتھ ساتھ صحیح روحانی و معنوی ترقی بھی کرے۔